”جیون دھارا“ کا اسلوبیاتی مطالعہ

سحرش علی

Sehrish Ali

MPhil scholar,

The Superior university, Lahore.

Sehrishali4444@gmail.com

ڈاکٹر مبشر سعید

Dr. Mubashar Saeed

Department of Urdu,

The Superior university, Lahore.

Abstract:

The stylistic analysis of JeevanDhara reveals that Jeevan Khan employs a simple, fluent, and expressive prose style to narrate his life experiences. The language of the autobiography is clear and accessible, allowing readers to engage easily with the narrative. The use of literary devices such as similes, metaphors, idioms, and proverbs enhances the aesthetic quality of the text, while the inclusion of Punjabi, Persian, and Hindi vocabulary adds richness and cultural depth. Through vivid descriptions and detailed narration, the author successfully presents events and characters in a lively and realistic manner.

Furthermore, the narrative demonstrates a balanced combination of autobiographical reflection and artistic storytelling. The use of symbolic and allegorical expressions to address social and political realities adds intellectual depth to the work. Overall, JeevanDhara represents an important example of autobiographical prose in Urdu literature, where simplicity of language is harmoniously blended with literary creativity. This stylistic strength establishes Jeevan Khan as a distinctive and

effective prose writer within the tradition of Urdu autobiographical writing.

Key words: Jeevan Khan, JeevanDhara, Stylistic Analysis, Autobiography, Similes and Metaphors, Symbolism, Social and cultural reflection, Autobiographical prose.

اسلوب محض حروف کی ترتیب، الفاظ کی تنظیم، تراکیب کی بندش اور جملوں کی تزئین کاری نہیں ہے بلکہ اسلوب تخلیق کار کی شخصیت، فکر اور ماحول کا آئینہ ہوتا ہے۔ تخلیق کار کی شخصیت کے نشیب و فراز، سادگی و پرکاری، نفسیاتی پیچیدگیاں، سماجی الجھنیں، سیاسی پسند و ناپسند، مذہبی عقائد اور معاشی ناہمواریاں وغیرہ اس کے اسلوب کے پس پردہ کارفرما ہوتے ہیں۔ تخلیق کار کی شخصیت اور فکر و فن انہی عوامل کے بل بوتے پروان چڑھتے ہیں اور تجربات کی رنگارنگی تخلیق کار کے فکر و فن کے ساتھ ساتھ اس کے اسلوب میں بھی انفرادیت پیدا کرتی ہے جس قدر اس کے تجربات اور مشاہدات میں گہرائی و گیرائی ہوگی اس قدر اس کا اسلوب شفاف اور منفرد ہوگا۔ بقول نثار احمد فاروقی ”اسلوب سے مراد افکار و خیالات کے اظہار و ابلاغ کا ایسا پیرایہ ہے جو دلنشیں بھی ہو اور منفرد بھی۔“(۱) کوئی بھی دلنشیں اور منفرد اسلوب مختلف عناصر سے مل کر بنتا ہے اور انہی عناصر کا توازن اور پیشکش کا انداز کسی تحریر یا نثر نگار کو صاحب اسلوب بنا دیتا ہے۔ بقول طارق سعید ”اسلوب ایک طرف مصنف کا دستخط ہے دوسری طرف ایک پورے عہد کا امتیازی نشان ہے۔“(۲)

”جیون دھارا“ پاکستان کے معروف بیوروکریٹ جیون خان کی آپ بیتی ہے۔ یہ دو حصوں میں منقسم ہے پہلے حصے کا ذیلی عنوان ”کیکر کی چھاؤں سے کمشنر ہاؤس تک“ اور دوسرے کا ”قصر سلطانی کے سائے تلے“۔ انسان نے اگر زندگی میں کامیابیاں سمیٹی ہوں تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اسے جانیں اور یہ بھی افراد کو معلوم ہو کہ کیسے اس نے ایسی کامیاب زندگی گزاری اس کے لیے اسے کتنی محنت کرنی پڑی، کن مشکلات سے گزرنا پڑا۔ اسی طرح دنیا میں آنے والا ہر انسان بہت سے تجربات حاصل کرتا ہے۔ اگر اظہار کی طاقت رکھتا ہو تو اسے قلم اٹھانے سے کوئی روک نہیں سکتا ایسے میں وہ جو بھی آپ بیتی لکھے گا وہ فائدے سے خالی نہیں ہوگی۔ ”جیون خان کی آپ بیتی اس سلسلے میں وافر معلومات رکھتی ہے۔“(۳)

جہاں ''جیون دھارا'' بہت سی خوبیوں کی حامل ہے وہاں اس آپ بیتی کی ایک بڑی خوبی اس کا دلکش، رواں اور سادہ اسلوب بھی ہے۔ جیون خان اپنی تحریر کو تشبیہات و استعارات ، محاورات ، ضرب المثال سے مزین کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ پنجابی، فارسی، ہندی کا استعمال بھی موقع کی مناسبت سے کرتے ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود ان کا انداز بیاں سادہ اور رواں ہے۔ وہ ثقیل اور مقفی و مسجع الفاظ کے استعمال سے عبارت کو بوجھل نہیں کرتے بلکہ سادہ اور رواں نثر لکھتے ہیں اور اس سادہ اور رواں نثر میں لطف و تازگی پائی جاتی ہے۔

کسی واقعہ کی تصویر بنا دینا یعنی مصنف واقعہ کو اس طرح بیان کرے کہ واقعہ فلم کی طرح قاری کی نظروں کے سامنے ہو۔ اس قدر حسین انداز میں واقعہ کو ،اس منظر کو بیان کیا جائے کہ کچھ لمحوں کے لئے قاری خود کو اس واقعہ کا حصہ سمجھنے لگے ۔ لوگ اسے اپنے سامنے چلتے پھرتے نظر آئیں۔ جیون خان کے اسلوب میں یہ خوبی موجود ہے کہ وہ واقعہ کو اس خوبصوتی سے بیان کرتا ہے کہ پڑھنے والا اپنی آنکھوں کے سامنے اس منظر کو پاتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''ٹہلنے کو جی چاہا، لان میں آیا تو بالکل سامنے دیا تھا۔ ادھر کو ہو لیا۔ دیکھا کہ لان سے پختہ سیڑھیاں دریا میں اتر رہی تھیں۔ جوتے اتار کر آخری سیڑھی پر جا بیٹھا۔ پاؤں دریا کے پانی میں، نگاہیں پانی کی سطح پر چلنے والی کشتیوں پر نظر اٹھائی تو کنارے کے اس پار ناریل کے گھنے جھنڈ دکھائی دیتے تھے۔ عین اسی وقت ان کے پیچھے چودھویں کا چاند نکل رہا تھا اپنے آپ کو بھول گیا۔ فطرت کا جوبن اس سے بڑھ کر نہیں دیکھا کتنی دیر اس میں کھویا رہا کچھ معلوم نہیں۔''(۴)

اس واقعہ میں جیون خان نے منظر کو اپنے قلم کے جادو سے کس طرح جادوئی انداز میں پیش کیا ہے ان کا انداز بیاں اتنا سادہ ہے کہ عام سے عام آدمی بھی اسے پڑھ کر لطف اُٹھا سکتا ہے۔ قاری اسی منظر کی خوبصورتی اور فطری کشش میں کھو جاتا ہے اور خود کو اس منظر کا حصہ محسوس کرنے لگتا ہے۔

جیون خان اپنی آپ بیتی میں جس طرح حقیقی انسانوں کو پیش کرتے ہیں اس سے اس انسان کا مکمل سراپا، عادات وخصائل اور عادات و اطوار ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ غرض ایک مکمل

کردار کا خاکہ بن جاتا ہے۔ فکشن کی اس تکنیک کو جیون خان نے حقیقی زندگی کے واقعات و کرداروں میں بخوبی استعمال کیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"بابا جی ابدی نیند سو چکے تھے کب؟ اور کیسے؟ صرف خدا ہی جانتا تھا۔۔۔ کہتے ہیں کہ چناب کے کنارے موضع کالے ڈپ میں جوانی بتائی تھی۔ دودھ اور مکھن پر پلے تھے۔ ایسے گھبرو جوان تھے کہ دریائی دلدل میں دھنسی ہوئی بھینس اکیلے نکال لیتے تھے۔ الھڑ مٹیار سے شادی ہوئی تھی جوان پر جی جان سے مر مٹی تھی۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی۔ بڑا بیٹا جوان سالی میں ہی ایک حادثے کے بھینٹ چڑھ گیا۔۔۔ یہ المیہ بابا کو اندر ہی اندر گھائل کر گیا۔۔ بابا خاموشی سے پیچ منجدھار چلے گئے۔"(۵)

چونکہ آپ بیتی میں خیالی کردار نہیں ہوتے بلکہ حقیقی انسانوں کا تذکرہ ہوتا ہے، جیون خان ان انسانوں کا طرزِ زیست، عادات وخصائل کو اس خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں کہ قاری کی اجنبی ہونے کے باوجود ان شخصیات سے مکمل طور پر شناسائی پیدا ہو جاتی ہے۔ ماں باپ کا انسان کی زندگی میں اہم کردار ہوتا ہے اور ان کا تذکرہ کرتے ہوئے بسا اوقات انسان کو محبت اور عقیدت کی بدولت اپنے الفاظ پر قدرت نہیں رہتی لیکن جیون خان نے اپنی ماں کا ذکر اس خوب صورتی سے کیا ہے کہ ان کی شخصیت کو مابعدالطبیعاتی کیے بنا انسانی پن کو اجاگر کر دیا:

"ہر ماں ٹھنڈی چھاؤں ہوتی ہے مگر عظیم ہے وہ خاتون جسے اولاد کی غلط روی کی قیمت منظور نہ ہو۔ اماں نے نا صرف چاہا بلکہ کر دکھایا بچوں کو ہر طرح کی بے راہ روی سے بچا بچا کر رکھا۔ اپنا پیٹ کاٹ کاٹ کر ان کا بھلا چاہا۔۔ ہاتھ تنگ تھا۔۔ پھر بھی بیٹے کو سولہ جماعتیں پڑھائیں۔۔۔ اللہ توکل گزر اوقات ہوتی رہی اللہ نے اپنے ولی کی لاج رکھ لی۔۔۔ دہکان قدیم کا بیٹا سی۔ ایس۔ پی ہو گیا۔"(٦)

یوں جیون خان نے جتنے بھی حقیقی انسانوں کا خود نوشت میں ذکر کیا ہے ان کے کرداروں کو ایسے بیان کیا ہے کہ ان کا مکمل سراپا قاری کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔

جیون خان اپنی آپ بیتی میں روزمرہ استعمال کرتے ہیں۔ وہ نہایت سادہ، سلیس اور رواں زبان بروئے کارلاتے ہیں۔ قاری کو پڑھتے ہوئے دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ وہ دقیق اور مشکل الفاظ کے استعمال سے گریز کرتے ہیں ان کے اسلوب میں ایک چیز جو اس کی خوبصورتی میں اضافے کا باعث بنی وہ ان کی رواں زبان ہی ہے۔ وہ آپ بیتی میں جگہ جگہ شعری مصرعوں کا استعمال کرتے ہیں اور اس قدر خوبصورتی سے وہ تحریر میں اشعار کو جوڑتے ہیں کہ اکثر اوقات قاری کو تحریر کا حصہ معلوم ہوتے ہیں اور بعض دفعہ اپنی پوری بات اس ایک مصرعے سے سمجھا دیتے ہیں:

"طرح طرح کے امراض میں مبتلا انسانوں کے دکھوں کا مداوا جو کرنا تھا۔ مگر یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا"(۷)

"بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔"(۸)

"اتنی دیر تک جس کا پیچھا کرتے رہے تھے۔ اور اب اس کے سایہ سے بھی بھاگنے لگے کون کہتا ہے کہ یہ وہ آگ ہے جو بجھائے نہ بجھے۔"(۹)

جیون خان نے اپنی آپ بیتی میں زیادہ تر بلکہ اکثر غالب کے اشعار کا استعمال کیا ہے اس سے ان کی غالب سے محبت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جیون دھارا کے اسلوب کی خوبصورتی اور چاشنی کی ایک وجہ اس میں جا بجا پنجابی، انگریزی، ہندی اور فارسی الفاظ کا بے دریغ استعمال ہے جو کہ اس کے اسلوب کو نہ صرف نکھارتے ہیں بلکہ اسے مکمل اور دلکش بھی بناتے ہیں۔ "جیون دھارا" میں محاورات کا استعمال بھی کثرت سے ملتا ہے جو کہ اسلوب کی خوبصورتی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اکثر اوقات بات کو مکمل کرنے، سمجھانے کے لئے بہت تفصیلی بات کی ضرورت ہوتی ہے پر محاورات کے ذریعے ایک فقرے میں بات سمجھائی جا سکتی ہے۔ "کاشتکاروں کی دنیا میں اوپر ذات باری اور نیچے پٹواری یونہی نہیں کہا گیا۔"(۱۰)

جیون خان نے عام قاری کو مد نظر رکھتے ہوئے روز مرہ محاورات کو استعمال کیا جسے سادہ ذہنیت کا قاری بھی سمجھ سکتا ہے اور تحریر سے لطف اٹھا سکتا ہے اور محاورات کا استعمال اس قدر پختگی سے کیا گیا ہے کہ وہ تحریر میں مکمل رچ بس گئے ہیں۔

علامت بنیادی طور پر ایک اشارتی گفتگو ہوتی ہے ہر جگہ اس کے علاقے کو مد نظر رکھتے ہوئے علامت کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جیون خان نے اپنی خود نوشت میں زیادہ تر سیاسی حوالے سے لکھا ہے تو یہ ان کی دور اندیشی اور ذہانتکی اعلیٰ مثال ہے کہ انہوں نے بہت سی باتیں جو کھل کر نہیں کی جا سکتی تھیں علامتی انداز میں قاری کے سامنے رکھی ہیں تا کہ پڑھنے والا اسے جانے اور سمجھے کہ مصنف کس نہج پر کیا کہنے کی کوشش کر رہا ہے۔ انہوں اہم مسائل کو بہت سی جگہوں پر علامتی انداز میں بیان کیا ہے:

"سرکار کے اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی۔ عوام کے لئے تو ہر حال میں یہ دکھوں کی ماں ہے۔"(۱۱)

قاری اپنی سوچ اور سمجھ کے مطابق اس کے معنی اور مطالب کی کھوج لگاتا ہے جستجو کرتا ہے۔ جیون خان نے جا بجا استعاراتی و علامتی زبان کو برتا ہے:

> "دیوانہ جو چاہے خواب دیکھے قضا اور قدر کو اس سے غرض نہیں۔ سامان سو برس کا پل بھر کی خبر نہیں فارسی والے ٹھیک کہتے ہیں "مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال" (ہم کس خیال میں ہیں اور آسمان کس خیال میں)۔۔۔ اشارہ تک نہیں ملا کہ نقارہ بجنے کو ہے۔"(۱۲)

> "اس نظام میں لازم تھا کہ کوتاہ دست جھولیاں خالی لے کر ہی اپنی حسرتوں کے جنازے کندھوں پر اُٹھائے لوٹ جائیں۔ تقدس کا لبادہ اوڑھے سنگھاسن پر براجماں دیوی اگر طوائف بن کر اس بازار جا بیٹھے تو تعلیم و تربیت کے نام پر پیسوں اور سفارشوں کے عوض ڈگریاں بکنے لگتی ہیں۔" (۱۳)

آپ بیتی میں افسانوی رنگ جب ابھر کے سامنے آنے لگے تو پڑھنے والے کے ذوق و شوق میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ یہ اسلوب کی خوبصورتی کی اعلی مثال ہے۔ ''جیون دھارا'' میں افسانوی اسلوب کی واضح جھلک دکھائی دیتی ہے جیسے:

> ''مجھے یاد ہے وہ بڑی اداس شام تھی ملاح جس کی کشتی ابھی ابھی بیچ بھنور کے ڈوبی ہو۔ اور جو طوفان کی لہروں کے تھپڑے کھاتے کھاتے نڈھال ہو چکا ہو۔''(۱۴)

''جیون دھارا'' میں مصنف نے افسانوی اسلوب کے ساتھ شاعرانہ اسلوب بھی برتا ہے جس سے مصنف کی تحریر میں ہم آہنگی اور توازن نظر آتا ہے اسی توازن کی بدولت قاری تحریر کی انفرادیت اور دلکشی کے سحر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

> ''مگر کیا فرق پڑتا ہے راہوں کی دھول سے مفر کہاں۔ گرد کے طوفانوں میں گھرے سوار نظر تک نہیں آتے۔ طوفان تھم جانے کے بعد میری خاک کی دبیز تہوں میں رٹے ہوتے ہیں۔ مختار یہاں کون ہے۔۔۔ فرشتے کیا کچھ نہیں لکھتے۔ آپ کون ہیں؟ کہاں وارد ہوئے؟ کیا کچھ ساتھ لائے ہیں؟ زاد راہ پاس ہے بھی یا نہیں۔ یہ سب تقدیر ہی تو طے کرتی ہے۔''(۱۵)

اسلوب کیا ہے؟ اسلوبیاتی تنقید کے لیے ایک محقق اور نقاد کن نکات پر انحصار کرتا ہے اور کیا جیون دھارا ان معیارات پر، جو اسلوبیاتی مطالعہ کے لیے وضع کیے گئے ہیں، پورا اترتی ہے؟ اسلوب کے حوالے سے سید عابد علی رائے دیتے ہیں:

> ''اسلوب دراصل فکر و معانی اور ہیئت و صورت، یا مافیہ و پیکر کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے لیکن انتقادی تصانیف میں اکثر و بیشتر کلمات مستعملہ کے معانی متعین نہیں ہوتے، اور اسلوب کو محض انداز نگارش، طرز بیان کہ کر اس کلمے کی وہ تمام دلالتیں ظاہر نہیں کی جا سکتیں جن کا اظہار مطلوب ہے۔''(۱۶)

ایک محقق یا نقاد جب کسی فن پارے کا مطالعہ کرتا ہے بالخصوص اسلوبیاتی مطالعہ تو اس کے پیش نظر یہ نکتہ رہنا چاہیے کہ ادبی تنقید میں اسلوب کو محض اندازِ نگارش یا طرزِ بیان تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے فکر و معانی اور ہیئت و صورت کے باہمی امتزاج کے طور پر سمجھا اور پرکھا جائے۔ اسلوبیاتی مباحث میں ضروری ہے کہ اصطلاحات سے متعلق استعمال ہونے والے الفاظ اور تصورات کی واضح تعریف طے کر لینی چاہیے تاکہ ابہام پیدا نہ ہو۔ مزید بر آں اسلوب کے تجزیے میں مصنف کی فکری جہات، معنوی ساخت، اور اظہار کے لسانی و فنی پہلوؤں کو یکساں اہمیت دی جائے تاکہ اسلوب کی حقیقی ماہیت سامنے آ سکے۔ تنقیدی مطالعات میں یہ امر بھی ملحوظ رکھا جائے کہ اسلوب صرف لفظی ترتیب یا ظاہری ساخت کا نام نہیں بلکہ اس کے پسِ منظر میں مصنف کی فکری کیفیت، داخلی رجحانات اور تخلیقی شعور بھی کارفرما ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسلوبیاتی تحقیق کے لیے ایسے اصول و معیارات متعین کیے جائیں جو متن کے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں کا جامع احاطہ کر سکیں اور فن پارے کی معنوی وسعت کو واضح طور پر سامنے لا سکیں۔

جیون خان نے محاورات استعارات، تشبیہات، رواں زباں اور شاعرانہ انداز کے ذریعے اپنے اسلوب کو دلکش اور خوبصورت بنایا ہے۔ اس میں چاشنی پیدا کی ہے۔ اختصار جیون خان کے ہاں نہیں ہے وہ واقعات کو تفصیلی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ واقعات کو ترتیب دے کر اپنا مدعا بیان کرتے ہیں انہوں نے اپنے اسلوب سے ثابت کیا ہے کہ وہ ایک اچھے نثر نگار ہیں۔ جیون دھارا کا اسلوب محض خارجی ڈھانچے کا مرہون منت نہیں ہے، مصنف نے اپنا مدعا بیان کرنے کے لیے ان تمام لوازمات کو برتا ہے جس سے اسلوب میں چاشنی اور قاری کے لیے دلچسپی پیدا ہوتی ہے لیکن یہ سب تو محض ذرائع ابلاغ ہیں، ان کے پس پردہ مصنف نے اپنے تجربات، مشاہدات، داخلی وارداتیں اور ملکی سیاسی و تاریخی واقعات خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں۔ نہ صرف قاری کے لیے دلچسپی برقرار رکھی ہے بلکہ دلچسپ پیرائے میں قاری کی اصلاح، تعلیم اور تربیت کا سامان بھی فراہم کیا ہے۔ اسلوب کے حوالے سے جتنے بھی مباحث دیکھنے کو ملتے ہیں ان میں بنیادی نکتہ یہی ہوتا ہے کہ اسلوب محض خالی جسم نہیں بلکہ اس میں بیدار مغز بھی ہوتا ہے جو قاری کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے ساتھ اس کی تربیت کرتا ہے۔ ہر کوئی صاحب اسلوب نہیں ہوتا جیون خان نے اپنے اسلوب کے حسن سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ صاحب

اسلوب ہیں ان کی آپ بیتی صرف ایک آپ بیتی نہیں بلکہ ایسی نثری کتاب ہے جس میں وہ
تمام خوبیاں موجود ہیں جو قاری کو متاثر کرتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ نثار احمد فاروقی (مرتب)، غالب کی آپ بیتی، (لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۲ء)، ص:۲۳

۲۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، (لاہور، نگارشات، ۱۹۹۸ء)، ص:۳۹۹

۳۔ ممتاز خان کلیانی، ڈاکٹر، جاوید اختر سلیانہ، عاصمہ رفعت، جھنگ میں اردو آپ بیتی کی روایت، مشمولہ معیار، (اسلام آباد: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۱ء)، ص:۲۸۵

۴۔ جیون خان، جیون دھارا، (لاہور: سنگت پبلشرز، طبع دوم، جلد اول، ۲۰۱۳ء)، ص:۹۷

۵۔ جیون خان، جیون دھارا، (لاہور: سنگت پبلشرز، طبع دوم، جلد دوم، ۲۰۱۳ء)، ص:۱۸

۶۔ جیون خان، جیون دھارا، (لاہور: سنگت پبلشرز، طبع دوم، جلد اول، ۲۰۱۳ء)، ص:۳۱

۷۔ ایضاً، ص:۵۱

۸۔ ایضاً، ص:۵۲

۹۔ ایضاً، ص:۷۳

۱۰۔ ایضاً، ص:۵۶

۱۱۔ ایضاً، ص:۲۷

۱۲۔ ایضاً، ص:۷۸

۱۳۔ ایضاً، ص:۷۹

۱۴۔ جیون خان، جیون دھارا، (لاہور: سنگت پبلشرز، طبع دوم، جلد دوم، ۲۰۱۳ء)، ص:۶۲

۱۵۔ جیون خان، جیون دھارا، (لاہور: سنگت پبلشرز، طبع دوم، جلد اول، ۲۰۱۳ء)، ص:۸۰

۱۶۔ عابد علی عابد، سید، اسلوب، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس)، ص:۴۰